سائنسی تحقیقات کے لئے قرآنی محرکات

محمد سعود

روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ اس کائنات میں رونما ہونے والے تمام طبعی اعمال کسی نہ کسی طبعی قانون کے تحت وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ مثلاً کوئی چیز ہوا میں اچھالی جاتی ہے تو قانون کشش ثقل کے تحت زمین پر گر پڑتی ہے۔ روشنی کی شعائیں جب کسی چمکدار چیز پر پڑتی ہے تو قانونِ انعکاس کے تحت منعکس ہو جاتی ہیں۔ مخصوص قوانین کے تحت زمین، چاند، سورج اور ستارے خاص رفتار سے مقررہ دائروں میں حرکت کرتے ہیں۔ انہی طبعی قوانین کے مطالعہ کو اصطلاحاً سائنس کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سائنس کی بنیاد دو باتوں پر ہے۔ مشاہدات (یا تجربات جو دراصل مشاہدات ہی ہیں جو مخصوص حالات میں کئے جاتے ہیں) اور غور و فکر پر۔ مشاہدات کا تعلق حواس سے ہے اور غور و فکر کا دماغ سے۔ کائنات کی تخلیق اور ان قوانین کے بارے میں جن کے تحت نظام کائنات چل رہا ہے. قرآن نے اعلان کیا کہ

أَلاَ لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ (۷ : ۵۴)

یاد رکھو کہ خلق یعنی پیدا کرنا اور امر یعنی حکم اور قانون چلانا اسی (یعنی اللہ) ہی کے لئے خاص ہے۔

وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَآءِ إِلَٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَٰه (۴۳ : ۸۴)

اور (اللہ) وہ ذات ہے جو آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے۔

مندرجہ بالا آیات کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ پوری کائنات کا خالق، حاکم اور معبود ہے اور کائنات کی ہر چیز اس کے بنائے ہوئے طبعی قوانین کی پابندی کرنے پر مجبور ہے۔

ان قوانین طبعی کے علاوہ اللہ کے ایک اور قسم کے قوانین یعنی شرعی بھی تھے، جن کی پابندی کرنے پر کسی

مخلوق کو مجبور نہیں کیا گیا تھابلکہ ان کے ارادے اور اختیار پر چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ ان کو قبول کریں یا نہ کریں۔ ان قوانین شرعی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں لفظ امانت سے تعبیر فرمایا ہے اور بتایا کہ

اِنَّا عَرَضْنَا الاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوَاتِ وَالاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَن یَحْمِلْنَھَا وَاَشْفَقْنَ مِنھَا وَحَمَلَھَا الاِنْسَانُ۔ (۳۳۔۷۲)

ہم نے یہ امانت (یعنی قوانین شرعی جو بمنزلہ امانت کے ہیں) آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تو انہوں نے اس کی ذمہ داری لینے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اپنے ذمہ لے لیا۔

اور جب عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے پوچھا:

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوا بَلٰی (۷۔۱۷۲) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں (آپ ہمارے رب ہیں)

اس طرح اپنے ارادے اور اختیار سے اللہ کے قوانین شرعی کی پابندی کا اقرار کر کے انسان نے کمال عبدیت کا اظہار کیا۔ یہی وہ اقرار عبدیت واطاعت تھا جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ شرف عطا فرمایا کہ زمین پر اپنا خلیفہ یعنی اپنے شرعی قوانین کو نافذ کرنے والا بنایا اور انعامات کی اتنی بارش برسائی کہ اس کو طبعی قوانین کا علم حاصل کرنے کی صلاحیت عطا فرمادی تاکہ ان سے کام لے کر آسمان و زمین کی ہر چیز سے استفادہ کر سکے۔ دوسرے لفظوں میں آسمان و زمین کی ہر چیز کو اس کے لئے مسخر کر دیا۔ اور اس حقیقت کی طرف انسان کی توجہ یہ کہہ کر مبذول فرمائی کہ

اَلَم تَرَوا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُم مَا فِی السَّمٰوَاتِ وَمَا فِی الاَرضِ وَاَسبَغَ عَلَیکُم نِعَمَہٗ ظَاھِرَۃً وَبَاطِنَۃً (۳۱۔۲۰)

کیا تم لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ ان تمام چیزوں کو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں تمہارے لئے مسخر ... ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر رکھی ہیں۔

خالق کائنات کا اپنی کائنات کے بارے میں یہ اعلان کہ اس کو انسان کے لئے مسخر کر دیا ... طور پر اس بات کا محرک ہے کہ انسان اشیائے کائنات کا علم حاصل کر کے ان کو اپنے مفاد کے لئے استعما ... ے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

اَللّٰہُ الَّذِی سَخَّرَ لَکُمُ البَحرَ لِتَجرِیَ الفُلکُ فِیہِ بِاَمرِہٖ وَلِتَبتَغُوا مِن فَضلِہٖ لَعَلَّکُم تَشکُرُون (۴۵ : ۱۲)

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے دریا مسخر کیا تاکہ اس میں خدا کے حکم سے کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کی روزی تلاش کرو اور تاکہ تم شکر بجالاؤ۔

احکام خداوندی پر عمل پیرا ہونے اور اشیائے کائنات سے فائدہ اٹھانے کے لئے علم کی ضرورت تھی اس لئے۔

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَم (٩٦ . ٥)

اللہ نے انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہیں جانتا تھا۔

علم کا یہ سلسلہ سب سے پہلے انسان یعنی حضرت آدمؑ سے شروع کیا۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا (٢ : ٣١)

اور آدم کو سب چیزوں کے اسماء کا علم دے دیا۔

(یعنی آدم کو تمام اشیاء اور ان کے خواص کو پہچاننے کی صلاحیت دے دی)

اب علم دو نوع کا تھا۔ ایک وہ جس کو مشاہدات کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس کو تو اسی ذریعہ سے عطا کیا۔ اور دوسری وہ نوع جو مشاہدات و محسوسات سے بالاتر ہے مثلاً خدا کی ذات و صفات۔ قیامت، آخرت، فرشتوں اور قوانین شرعی کا علم اس کو پیغمبروں پر وحی کے ذریعہ واضح کیا۔

قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ وہ علم جس کا حصول مشاہدات سے ممکن ہے، وہ تین اقسام میں منحصر ہے۔ ایک علم تاریخ جس کو ایام اللہ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے اور جس کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ

وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيَّامِ اللّٰهِ (١۴۔٥)

ان کو یعنی اپنی قوم کو اللہ کے معاملات یاد دلاؤ۔

دوسرا علم نفس انسانی اور تیسرا علم آفاق یعنی کائنات کا علم جس کو طبیعات بھی کہا جاتا ہے۔ آخر الذکر دو علوم کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے کہ

سَنُ يْهِم آيَاتِنَا فِي الآفَاقِ وَفِي اَنْفُسِهِمْ (٤١ : ٥٣)

ہم عنقریب الا اپنی قدرت کی نشانیاں ان کے گرد و نواح میں بھی دکھائیں گے۔ اور خود ان کے نفوس (یعنی ذات) میں بھی۔

یم کے انداز بیان سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے۔ کہ تمام علوم ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں کوئی بھی علم دوسرے علم سے بطور کُلی ممتاز نہیں۔ چنانچہ عالم طبیعات کا ذکر کر کے خدا کی ذات و صفات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ مثلاً مندرجہ ذیل آیت کو دیکھئے :

وَيُرسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَن يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ (١٣.١٣)

اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہے گرا دیتا ہے اور وہ اللہ کے باب میں جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ بہت شدید القوت ہے۔

اس آیت میں بجلیوں کے بھیجنے اور گرانے کا ذکر کر کے جس کا تعلق عالم طبیعات سے ہے اور اللہ کے بارے میں لوگوں کے جدال کا تذکرہ کر کے جس کا تعلق نفس انسانی سے ہے' ذھن انسانی کو اللہ تعالیٰ کے شدید القوت ہونے کی طرف منتقل کیا۔

اسی طرح اس آیت کو دیکھیے :

اِنَّ اللّٰهَ لَايُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَابِاَنْفُسِهِمْ (۱۳ : ۱۱)

واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔

اس میں علم تاریخ۔ علم نفس اور علم الٰہی کی باتیں ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ اور بھی بہت سی قرآنی آیات ہیں جن میں علم کی ایک نوع کا دوسری نوع سے رابطہ قائم ہے جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ قرآن وحدتِ علمی کا قائل ہے۔

مشاہدۂ کائنات کی ترغیب : قرآن کریم میں جگہ جگہ غور وفکر کے ساتھ کائنات کا مشاہدہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اشیائے کائنات اور قوانین کائنات میں اللہ کی آیات اور نشانیاں دیکھ کر انسان کو اللہ کے وجود، اس کی وحدانیت، قدرت، رحمت وغیرہ کا علم حاصل ہو اور اس کو ان کا یقین ہو جائے۔ مثلاً نباتات، حیوانات اور انسانوں کی تخلیق دیکھ کر ایک ایسی ذات کے وجود کا یقین ہوتا ہے جو قدیر بھی ہے اور خالق بھی۔ ان کی پرورش کو دیکھ کر اس کی ربوبیت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ پرندوں کا ہوا میں اڑنا اور نیچے نہ گرنا۔ آسمانوں اور زمین کا معلق ہونا اس کے رحیم ہونے کو بتاتا ہے۔ سورج اور چاند کا مقررہ رفتار سے چلنا اس کے عزیز یعنی زبردست اور علیم ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود بھی اس مقصد کے لئے اپنی آیات اور نشانیوں کو تفصیلاً بیان فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط كُلٌّ يَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ (۱۳ : ۲)

اللہ ایسا (قادر) ہے کہ اس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے اونچا کھڑا کر دیا۔ تم ان (آسمانوں) کو (اسی طرح) دیکھ رہے ہو۔ پھر عرش پر قائم ہوا اور آفتاب وماہتاب کو کام میں لگا دیا۔ ہر ایک وقت معین پر چلتا رہتا ہے۔ وہی (اللہ) ہر کام کی تدبیر کرتا ہے (اور) دلائل کو صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ اپنے رب کے پاس جانے کا پورا پورا یقین کر لو۔

اللہ تعالیٰ کی یہ آیات ودلائل قرآن کریم میں کئی جگہ مذکور ہیں مثلاً ایک جگہ بیان کیا گیا ہے کہ

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ (۳۶ : ۳۷)

اور ایک نشانی ان لوگوں کے لئے رات ہے کہ ہم اس (رات) پر سے دن کو اتار لیتے ہیں سو یکایک (وہ لوگ) اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔

ایک اور جگہ بتایا گیا کہ

وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ. (۳۶: ۳۳)

اور ایک نشانی ان (لوگوں) کے لئے مردہ زمین ہے۔ ہم نے اس کو (بارش) سے زندہ کیا اور ہم نے اس سے غلے نکالے انہیں سے لوگ کھاتے ہیں۔

آیات و نشانیاں دیکھ کر خدائے تعالیٰ کے وجود و وحدانیت وغیرہ کا علم حاصل ہونے کی تصدیق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ سے ہوتی ہے جنہیں ستاروں، چاند اور سورج کو ڈوبتے دیکھنے سے ایک ایسی ذات کے وجود کا یقین ہو گیا جو ان سب کی خالق ہے۔

مشاہدۂ کائنات کا حکم دینے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ اشیائے کائنات اور ان کے قوانین طبعی کا علم ہوتا ہے اور اس علم کے بعد ہی ان کی تسخیر کر کے ان سے تمتع حاصل کرنا ممکن ہو سکتا ہے۔ مثلاً یہ مشاہدہ کہ مقناطیسی سوئی کو آزادنہ لٹکا دیا جائے تو اس کا رخ ہمیشہ شمالاً جنوباً ہوتا ہے قطب نما کی ایجاد کا سبب بنا۔ اور پھر اس تمتع سے انسان میں جذبہ شکر پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ جذبہ انسان کا اپنے منعم حقیقی یعنی اللہ کے ساتھ تعلق قائم ہونے میں معاون ہوتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (۱۶: ۱۴)

اور وہ ایسا ہے کہ اس نے دریا کو (بھی) مسخر بنایا تاکہ اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اسمیں سے (موتیوں کا) زیور نکالو۔ جس کو تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ اس (دریا) میں (اس کا) پانی چیرتی ہوئی چلی جا رہی ہیں اور تاکہ تم خدا کی روزی تلاش کرو اور تاکہ تم شکر بجا لاؤ۔

قرآن کریم میں مختلف انداز سے مشاہدات پر زور دیا گیا ہے۔ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوتا ہے

قُلِ انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ. (۱۰: ۱۰۱)

کہ آپ کہہ دیجئے کہ تم غور کرو (اور دیکھو) کہ کیا کیا چیزیں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں۔

کہیں یہ کہہ کر مشاہدات پر ابھارا جاتا ہے کہ

اَفَلَا يَنْظُرُونَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ (۸۸: ۱۷ تا ۲۰)

کیا وہ لوگ اونٹ کی طرف غور نہیں کرتے کہ کیسے پیدا کیا گیا اور آسمان کی طرف کہ کیسے بلند کیا گیا اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے کھڑے کئے گئے اور زمین کی طرف کہ کیسے پھیلائی گئی۔

کہیں آغاز تخلیق پر مشاہدہ کرنے کے لئے یہ سوال کر کے ترغیب دی جاتی ہے کہ

اَوَلَمْ یَرَوا کَیفَ یُبدِئُ اللّٰہُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیدُہٗ (۲۹:۱۹)

کیاوہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مخلوق کو اوّل بار پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کر دے گا۔

پھر ایک جگہ خوراک پیدا ہونے کے عمل پر غور کرنے کا یہ کہہ کر حکم دیا جاتا ہے کہ

فَلْیَنظُرِ الاِنْسَانُ اِلٰی طَعَامِہٖ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبّاً ہ ثُمَّ شَقَقْنَا الأَرْضَ شَقّاًہ فَأَنْبَتْنَا فِیھَا حَبّاً وَّعِنَبًا وَقَضْبًا وَزَیتُونًا وَنَخلاً وَ حَدَآئِقَ غُلْبًا وَفَاکِھَۃً وَأَبًّامَتَاعًالَّکُمْ وَلأَنْعَامِکُم (۸۰:۲۴ تا ۳۲)

اور انسان کو چاہیئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے کہ ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا پھر طور پر زمین کو پھاڑا۔ پھر ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ اور میوے اور چارہ پیدا کیا۔ تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے فائدے کے لئے۔

پھر ایک جگہ پرندوں کی اڑان کی طرف یہ سوال کر کے متوجہ کیا جاتا ہے کہ

اَوَلَم یَرَوا اِلَی الطَّیْرِ فَوقَھُم صٰفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ (۶۷:۱۹)

ترجمہ: کیاوہ اپنے اوپر پرندوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ پر پھیلائے ہوئے (اڑتے پھرتے) ہیں اور کبھی اس حالت میں پروں کو سمیٹ لیتے ہیں۔

ایک اور جگہ پھلوں کے درختوں کاذکر کرتے ہوئے ہدایت کی گئی ہے کہ

اُنْظُرُوا اِلٰی ثَمَرِہٖ اِذَا اَثْمَرَ (۹۹:۶)

ذرا ہر ایک پھل کو تو دیکھو۔ جب وہ پھلتا ہے اور (پھر) اس کے پکنے کو دیکھو۔

غور و فکر کی تاکید: حواس کے ذریعے محض مشاہدات کر لیناہی کسی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے کافی نہیں۔ استخراجِ نتائج کے لئے پہلا درجہ مشاہدہ اور دوسرا غور و فکر ہے کہ مشاہدات سے کسی چیز کا علم حاصل ہونے پر انسان اپنی قوتِ فکر سے کام لے کر اسی علم کے ذریعہ سے کسی پوشیدہ حقیقت کا سراغ لگائے۔ اس کائنات میں آیات و شواہد دیکھ کر وہی لوگ کسی نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں جو غور و فکر سے کام لیں۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

ھُوَالَّذِی اَنزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّکُمْ مِنہُ شَرَابٌ وَّمِنْہُ شَجَرٌ فِیہِ تُسِیمُونَ یُنبِتُ لَکُمْ بِہِ الزَّرْعَ وَالزَّیتُونَ وَالنَّخِیلَ وَالأَعْنَابَ وَمِن کُلِّ الثَّمَرَاتِ ط اِنَّ فِی ذَالِکَ لأَیَۃً لِقَومٍ یَّتفَکَّرُونَ

(۱۶:۱۰ تا ۱۱)

وہ ایسا ہے جس نے آسمان سے تمہارے واسطے پانی برسایا جس سے تمہیں پینے کو ملتا ہے اور (اس کے سبب) سے درخت (پیدا ہوتے) ہیں جن میں تم چرنے چھوڑ دیتے ہو اور انگور اگاتا ہے۔ بے شک اس میں سوچنے والوں کے لئے دلیل (موجود) ہے۔

ایک اور جگہ ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جو اللہ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْأَعْمٰى وَالْبَصِيرُ ط أَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ (۶ : ۵۰)

آپ کہئیے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتا ہے؟ سو کیا تم غور و فکر نہیں کرتے۔

ایک اور جگہ نظائر کا ذکر کر کے بتایا جاتا ہے کہ

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ لَكُمُ الْاٰيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ (۲ : ۲۶۶)

اللہ تعالیٰ اس طرح تمہارے لئے نظائر بیان فرماتے ہیں تا کہ تم سوچا کرو۔

عقل واستدلال سے کام لینے پر زور: مشاہدات اور غور و فکر کر کے کسی نتیجہ صحیحہ پر پہنچنا اسی وقت ممکن ہے جب انسان میں عقل سلیم اور شعور صحیح موجود ہو اور وہ عقل و شعور سے کام بھی لے۔ قرآن نے اس بات پر بے حد زور دیا ہے کہ عقل و شعور سے کام لے کر حقائق کا پتہ لگایا جائے۔ خود تحقیق کی مثالیں دے کر بتایا ہے کہ اس میں انہیں لوگوں کے لئے دلائل و شواہد موجود ہیں جو عقل سلیم رکھتے ہیں اور اس سے کام لیتے ہوں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِى الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ط إِنَّ فِى ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِأُولِى الْأَلْبَابِ (۳۹ : ۲۱)

کیا تم نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس کو زمین کے سوتوں میں داخل کر دیتا ہے پھر (جب وہ ابلتا ہے) تو اسی کے ذریعہ کھیتیاں پیدا کرتا ہے جس کی مختلف قسمیں ہیں۔ پھر وہ سوکھ جاتی ہے تو اسے زرد رنگ میں دیکھتے ہو پھر اسے بھوسا بنا دیتا ہے اس (نمونہ) میں اہل عقل کے لئے بڑی عبرت ہے۔

إِنَّ فِى خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِى تَجْرِى فِى الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسُ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِن مَّآءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّ تَصْرِيْفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ لَأٰيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (۲ : ۱۶۴)

بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اور جہازوں میں جو کہ سمندر میں چلتے ہیں آدمیوں کے نفع کی چیزیں لے کر اور (بارش) کے پانی میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے برسایا پھر اس سے زمین کو اس کے خشک ہونے کے بعد تر و تازہ کیا اور ہر قسم کے حیوانات اس میں پھیلا دیئے اور ہواؤں کے چلنے میں اور ابر میں جو زمین اور آسمانوں کے درمیان مقید (اور معلق) رہتا ہے ان لوگوں کے لئے دلائل موجود ہیں جو عقل سلیم رکھتے ہیں۔

جو لوگ اپنے حواس کا استعمال کر کے مشاہدات نہ کریں اور اپنی عقل سے کسی حقیقت تک نہ پہنچ سکیں ان

کو قرآن میں چوپاؤں کی طرح بلکہ ان سے بد تر بتایا گیا ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ (۷:۱۷۹)

اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے' یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ یہ لوگ زیادہ بے راہ ہیں۔ یہ لوگ غافل ہیں۔

یہ آیت کفار کے بارے میں ہے جو اپنے حواس اور شعور سے کام لے کر خدا پر ایمان نہیں لاتے۔ اس آیت سے حواس اور عقل سے کام لینے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

شعور صحیح کے ساتھ مشاہدات اور غور و فکر کرنے کے بعد ہی انسان میں یہ ملکہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ استدلال کر کے حقیقت تک پہنچ سکے۔ خود قرآن کریم میں بعض حقائق کو سمجھانے کے لئے استدلال سے کام لیا گیا ہے۔ قرآن کے طریق استدلال میں سے ایک طریقہ تمثیلی ہے مثلاً

وَاللَّهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَسُقْنَاهُ إِلَىٰ بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَحْيَيْنَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا كَذَٰلِكَ النُّشُورُ. (۳۵:۹)

اور اللہ ایسا (قادر) ہے جو (بارش سے پہلے) ہواؤں کو بھیجتا ہے پھر وہ (ہوائیں) (بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر ہم اس بادل کو خشک قطعہ زمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں۔ پھر ہم اس کے (پانی کے) ذریعہ سے زمین کو زندہ کرتے ہیں۔ اسی طرح (قیامت میں) لوگوں کا زندہ ہو جانا ہو گا۔

اس آیت میں مردہ زمین کے زندہ ہونے کو بطور نظیر پیش کر کے مردہ انسانوں کے دوبارہ زندہ ہونے کو ثابت کیا۔ قرآن کریم کا دوسرا طریقہ استدلال مندرجہ ذیل آیت سے واضح ہوتا ہے۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا (۲۱ : ۲۲)

اگر دونوں (یعنی زمین اور آسمان) میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو وہ دونوں درہم برہم ہو جاتے۔

خدا کی وحدانیت کو ثابت کیا۔ استدلال اس طرح کیا کہ اگر کئی معبود ہوتے تو ہر ایک اپنا علیحدہ نظام چلاتا اور اس طرح فساد برپا ہو جاتا لیکن چونکہ فساد نہیں ہے اس لئے ثابت ہوا کہ معبود صرف ایک ہے۔

قرآن کا تیسرا طریقہ استدلال استخراجی ہے۔ مثلاً

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (۳۹ : ۶۲)

اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔

کہہ کر ہر چیز کی تخلیق کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ انسان، حیوان، درخت، زمین، آسمان وغیرہ سب کا خالق اللہ ہی ہے کیونکہ یہ سب بھی کل شئی میں داخل ہیں۔

قرآن کریم کا چوتھا طرز استدلال استقرائی ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت سے واضح ہوتا ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِى الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۳:۲۶)

(اے محمد) آپ (اللہ تعالیٰ) سے کہیئے کہ اے اللہ ملک کے مالک آپ جس کو چاہیں ملک دے دیں۔ جس سے چاہیں ملک چھین لیں جس کو چاہیں عزت دیں۔ جس کو چاہیں ذلت دیں۔ آپ کے ہاتھ میں بھلائی ہے۔ آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

اس آیت میں بعض امور پر اللہ کی قدرت کا اظہار کر کے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قرآن کریم میں کشتی اور جہاز کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اس میں عقل و شعور رکھنے والوں کے لئے آیات و نشانیاں موجود ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سائنسی ایجادات کو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر ایمان و یقین کا ایک ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

وَالْفُلْكِ الَّتِى تَجْرِى فِى الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ لَاٰيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُوْن (۲:۱۶۴)

اور اس کشتی میں جو لوگوں کے نفع کی چیزوں کو لے کر چلتی ہے... البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہوں۔

قرآن کریم میں ایسے لوگوں کو جو اللہ پر ایمان و یقین رکھتے ہیں اور ساتھ ہی کائنات کے بارے میں غور و فکر کرتے ہوں یعنی سائنسی تحقیقات میں مصروف ہوں اولوا الالباب اور علماء کے خطاب سے نوازا گیا۔

اِنَّ فِى خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيَاتٍ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِى خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۳: ۱۹۰. ۱۹۱)

بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات کے اور دن کے آنے جانے میں دلائل ہیں اہل عقل کے لئے جو اللہ کو یاد کرتے ہیں (یعنی ایمان کے ساتھ قوانین شرعی کی پابندی کرتے ہیں) کھڑے بھی، بیٹھے بھی اور لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے پر غور کرتے ہیں کہ اے پروردگار آپ نے اس کو لایعنی پیدا نہیں کیا۔ آپ منزہ ہیں سو ہم کو آگ کے عذاب سے بچا لیجئے۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ جو لوگ ایمان و یقین کے ساتھ کائنات پر تحقیقات کرتے ہیں وہ

حقیقتِ کائنات اور خدا کی ذات وصفات کے بارے میں صحیح نتائج پر پہنچتے ہیں۔بغیر ایمان ویقین کے یہ تو ممکن ہے کہ سائنسی تحقیقات کر کے کسی قانون طبعی کا علم حاصل کر لیا جائے اور اس کی بنیاد پر کوئی ایجاد واختراع عمل میں آجائے لیکن اس کائنات کی اصل حیثیت وحقیقت کا پتہ لگانا ایسے لوگوں کے لئے ممکن نہیں ہے جو ایمان نہ رکھتے ہوں۔

وَمَا تُغْنِی الْاٰیَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ (۱۰:۱۰۱)

اور جو لوگ (عناداً) ایمان نہیں لاتے ان کو دلائل اور دھمکیاں کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا وَ مِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِیْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِیْبُ سُوْدٌ ○ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ (۳۵: ۲۷۔۲۸)

کیا تو نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اسی کے ذریعہ سے مختلف رنگتوں کے پھل نکالے اور (اسی طرح) پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں (بعضے) بہت گہرے سیاہ اور اسی طرح آدمیوں' جانوروں اور چوپایوں میں بھی بعض ایسے ہیں کہ ان کی رنگتیں مختلف ہیں (اور) خدا سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں۔واقعی اللہ تعالیٰ زبردست بڑا بخشنے والا ہے۔

اس آیت کا انداز بیان صاف بتا رہا ہے کہ جو لوگ اللہ کی تخلیق پر غور وخوض کرتے ہیں اور اشیائے کائنات پر سائنسی تحقیقات کرتے ہیں ان کو ان اشیاء میں خاص تنظیم اور قوانین کا پتہ چلتا ہے اور ان کو اس تنظیم کے قائم کرنے والے اور ان قوانین کے بنانے والے کی قدرت اور عظمت کا علم حاصل ہوتا ہے۔پھر ان علماء پر اس کی ہیبت وجلال کی وجہ سے خشیت طاری ہو جاتی ہے۔آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کا خود کو عزیز کہنا اس بات کو بتاتا ہے کہ وہ زبردست ہے اس لئے ہر شئے اور ہر قانون پر اس کا تصرف ہے اور غفور کہنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ایسے علماء کو جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔اس خشیت کی وجہ سے بخش دیا جائے گا۔کیونکہ یہ خشیت ان کے اعمال پر بھی اثرانداز ہو گی۔

قرآن کریم میں کائنات کا نقشہ پیش کیا گیا ہے اور اعمال تخلیق پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور بعض عام کلیات بیان کئے گئے ہیں۔ان امور پر قرآن کے بیانات سائنسی تحقیقات پر ابھارتے ہیں اور ان بیانات سے تحقیقات میں رہنمائی حاصل ہو سکتی ہے۔مثلاً زمین وآسمانوں کی تخلیق پر مندرجہ ذیل آیت میں روشنی ڈالی گئی۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَا اَقْوَاتَهَا فِیْٓ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ ط سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ ثُمَّ

اسْتَوٰی إِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ الأَرضِ أتِیَا طَوعاً اَو کَرهاً قَالَتَآ أتَینا طآئِعِینَ ٥
فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰاتٍ فِی یَومَینِ وَأوحیٰ فِی کُلِّ سَمَآءٍ أمرهَا وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَا بِیْحَ وَ
حِفْظاً ذَالِكَ تَقْدِیرُ العَزیزِ العَلِیم ٥ (٤١ : ١٠ تا ١٢)

آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم لوگ ایسے خدا (کی توحید) کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو روز میں پیدا کر دیا اور تم اس کے شریک ٹھہراتے ہو۔ یہی سارے جہاں کا رب ہے۔ اور اس نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنا دیئے اور اس (زمین) میں فائدے کی چیزیں رکھ دیں اور اس میں اس کے (رہنے والوں) کی غذائیں تجویز کر دیں چار دن میں جو (شمار میں) پورے ہیں پوچھنے والوں کیلئے پھر آسمان (کے بنانے) کی طرف توجہ فرمائی اور وہ اس وقت دھواں سا تھا۔ سو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے۔ دونوں نے عرض کیا ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ پس دو روز میں اس کے سات آسمان بنا دیئے۔ اور ہر آسمان میں اس کے مناسب اپنا حکم بھیج دیا اور ہم نے اس قریب والے آسمان کو ستاروں سے زینت دی اور اس کی حفاظت کی۔ یہ تجویز (خدائے) زبردست واقفِ کل کی ہے۔

سورج کے بارے میں بتایا کہ

وَالشَّمْسُ تَجْرِی لِمُسْتَقَرِّلَّهَا (٣٦ : ٣٨)

اور آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا ہے۔

چاند کی منزلوں کے متعلق انکشاف کیا گیا کہ

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالعُرجُونِ الْقَدِیمِ (٣٦ : ٣٩)

اور چاند کے لئے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی۔

سورج اور چاند کی رفتار کے بارے میں بیان کیا گیا کہ یہ اپنے اپنے دائروں میں گھوم رہے ہیں اور اپنے اپنے راستوں پر گامزن ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ ایک دوسرے سے مل جائیں یا ٹکرا جائیں، اسی طرح رات کا دن سے پہلے ہونا ممکن نہیں۔

لَا الشَّمْسُ یَنْبَغِی لَهَا أَن تُدرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَکُلٌّ فِی فَلَكٍ یَّسْبَحُون (٣٦ : ٤٠)

نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔

وَجَعَلَ لَکُمُ النُّجُومَ لِتَهتَدُوا بِهَا فِی ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحرِ (٦ : ٩٧)

اور ستارے بنائے تاکہ تم خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راستہ تلاش کرو۔

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَان . (٥٥ : ٥)

اور سورج اور چاند حساب سے چلتے ہیں۔ یعنی ان کی رفتار اور راستے مقرر ہیں۔

اور سمندروں کے بارے میں بیان کیا گیا کہ

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (۵۵: ۱۹تا ۲۱)

اس نے (یعنی اللہ نے) دو سمندروں یا دریاؤں کو (صورتاً) ملایا کہ (ظاہر میں) باہم ملے ہوئے ہیں (حقیقتاً) ان دونوں کے درمیان ایک حجاب ہے دونوں بڑھ نہیں سکتے ان دونوں سے موتی اور مونگا بر آمد ہوتا ہے۔

اشیائے کائنات میں سے ہر چیز کو جوڑا جوڑا بنایا گیا۔

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ . (سورہ الذاریات ۵۱: ۴۹)

اور ہم نے ہر چیز کو دو دو قسم بنایا تاکہ تم (ان مصنوعات سے توحید کو) سمجھو۔

سُبْحٰنَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ (۳۶: ۳۶)

پاک ہے وہ ذات جس نے تمام چیزوں کے جوڑے پیدا کئے۔ ان چیزوں کے بھی جن کو زمین اگاتی ہے اور خود ان آدمیوں کے بھی اور ان چیزوں کے بھی جن کو وہ نہیں جانتے۔

آج کی دنیا میں انسانوں، حیوانوں اور نباتات کے علاوہ اور چیزوں کا بھی جوڑا جوڑا ہونا دریافت کر لیا گیا ہے مثلاً بجلی دو طرح کی ہوتی ہے مثبت اور منفی۔ اسی طرح مقناطیس کے دونوں سروں پر الگ الگ قسم کی مقناطیسیت ہوتی ہے۔ مقناطیس کے ایک سرے کو قطب شمالی اور دوسرے کو قطب جنوبی کہا جاتا ہے۔

حیوانات کے بارے میں یہ انکشاف کیا گیا کہ

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم (۶: ۳۸)

اور جتنے قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنے قسم کے پرند جانور ہیں اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں۔ ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو تمہاری طرح کے گروہ نہ ہوں۔

یعنی انسانوں کی طرح حیوانات بھی اپنا اپنا نظام حیات رکھتے ہیں اور اس نظام کے تحت زندگی گزارتے ہیں حیوانات قطعاً بے حس اور بے شعور مخلوق نہیں ہیں۔ نمونہ کے طور پر چیونٹیوں اور شہد کی مکھیوں کے نظام پر نظر ڈالی جاسکتی ہے کہ کس قدر تنظیم کے ساتھ زندگی گزارتی ہیں۔ قرآن کریم میں حضرت سلیمانؑ کا جو قصہ نقل کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پرندے اور چیونٹیاں آپس میں بات چیت کر کے اپنے خیالات ایک دوسرے تک پہنچا سکتے ہیں۔ خود حضرت سلیمانؑ کا قول نقل کیا گیا ہے۔

قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ (۲۷: ۱۶)

انہوں نے کہا کہ لوگو ہم کو پرندوں کی بولی (سمجھنے) کی تعلیم دی گئی ہے۔

اور اسی قصہ میں ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ کا لشکر چیونٹیوں کے ایک میدان میں آیا تو

قَالَتْ نَمْلَةٌ يَاَيُّهَاالنَّملُ اُدْخُلُو مَسٰكِنَكُم لاَ يَحطِمَنَّكُمْ سُلَيمَانُ وَ جُنُودُهُ وَهُم لاَ يَشْعُرُونُ

(۲۷:۱۸)

ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں سے کہا اپنے اپنے سوراخوں میں جا گھسو کہیں تم کو سلیمانؑ اور ان کا لشکر بے خبری میں کچل نہ ڈالیں۔

انسان کی تخلیق کے بارے میں بتایا گیا کہ

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِن صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ (۵۵:۱۴)

اسی نے انسان (کی اصل اول) کو مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح بجتی تھی' پیدا کیا۔

قرآن کریم کی بعض آیات سے عمل تخلیق کے بارے میں انکشاف ہوتا ہے کہ یہ تدریجی ہے۔ کوئی شے دفعتاً ظہور میں نہیں آتی بلکہ یہ سلسلہ قوانین سے گزرتی ہوئی اور مختلف مراحل طے کرتی ہوئی آہستہ آہستہ مکمل ہوتی ہے۔

مندرجہ ذیل آیات سے عمل تخلیق کے تدریجی اور ارتقائی ہونے پر روشنی پڑتی ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِى خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَينَهُمَا فِى سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوىٰ عَلَى الْعَرشِ مَالَكُمْ مِنْ دُونِهِ مِن وَلِىٍّ وَلاَ شَفِيعٍ اَفَلاَ تَتَذَكَّرُونَ ه يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعرُجُ اِلَيهِ فِى يَومٍ كَانَ مِقْدَارُهُ اَلفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ ه ذَالِكَ عَالِمُ الْغَيبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيْمُ ه الَّذِى اَحْسَنَ كُلَّ شَيْئٍ خَلَقَهُ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاَنْسَانَ مِنْ طِينٍ ه ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّن مَّآءٍ مُّهِين ه ثُمَّ سَوّٰئهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَ الْاَفْئِدَةَ قَلِيلاً مَّا تَشْكُرُونَ ه

(۳۲:۴ تا ۹)

اللہ وہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو اور اس مخلوق کو جو ان دونوں کے درمیان میں ہے چھ روز میں پیدا کیا پھر تخت پر قائم ہوا۔ اس کے بغیر نہ تمہارا کوئی مددگار ہے نہ سفارش کرنے والا۔ سو کیا تم سمجھتے نہیں ہو، وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر امر کی تدبیر کرتا ہے۔ پھر ہر امر اسی کے حضور میں پہنچ جاتا ہے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کی ہوگی۔ وہی ہے جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا زبردست رحمت والا۔ جس نے ہر چیز کو خوب بنایا اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی۔ پھر اسکی نسل کو خلاصہ اخلاط یعنی ایک بے قدر پانی سے بنایا۔ پھر اس کے اعضاء درست کئے پھر اس میں اپنی روح پھونکی۔ اور تم کو کان اور آنکھیں اور دل دیئے تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو۔

اس آیت میں دن سے مراد ہمارا دن نہیں ہے بلکہ ایک لمبا عرصہ ہے جس کی مقدار ایک ہزار سال بتائی گئی ہے۔ چھ دن میں کائنات کا تخلیق کرنا عمل تخلیق کے تدریجی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ پھر تدبیر امر اتنے لمبے دن

میں کرنااس کی تائید کرتا ہے۔امر کے معنی ہیں حکم اوراس سے مراد ہے خداکاکسی چیز کو پیدا کرنے کاارادہ کر کے اس کو کہنا کہ ہو جائے اور تدبیر امر کے معنی ہیں اپنے تمام مراحل سے گزر کر کسی چیز کا مکمل کرنا جیسے ایک بیج کے بارے میں یہ امر کہ وہ درخت ہو جائے اور پھر اس امر کی یہ تدبیر کہ وہ زمین میں شق ہو تا ہے۔ زمین سے کیمیائی محلولات کی شکل میں غذائی مادے حاصل کرتا ہے۔ سورج کی روشنی اور ہوا کی کاربن ڈائی اوکسائڈ کی مدد سے غذا تیار کرتا ہے اور آہستہ آہستہ نشوونما پاکر پورا درخت بن جاتا ہے۔

انسان کی تکمیل بھی مختلف مدارج سے گزر کر ہوئی ہے۔ارشاد خداوندی ہے کہ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّن طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَأْنٰهُ خَلْقًا آخَرَ ط فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِينَ o (۲۳: ۱۲ تا ۱۴)

اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا۔ پھر ہم نے اس کو نطفہ سے بنایا جو ایک محفوظ مقام (یعنی رحم) میں رہا۔ پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنادیا۔ پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھادیا۔ پھر ہم نے (اس میں روح ڈال کر) اس کو ایک دوسری ہی طرح کی مخلوق بنا دیا۔ سو کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھ کر ہے۔

کائنات میں ہر چیز کی تخلیق اور تکمیل خاص قوانین کے ایک سلسلہ کے تحت ہوتی ہے جو غیر مبدل ہیں اور ہمیشہ ایک ہی طرز پر اپنا کام کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے :

فَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلاً o وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيلاً (۳۵: ۴۳)

سو آپ خدا کے دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پائیں گے اور آپ خدا کے دستور کو کبھی منتقل ہوتا ہوا نہ پائیں گے۔

چونکہ قوانین کا یہ سلسلہ خدا کا پیدا کیا ہوا ہے اور ہر قانون اسی کی اجازت سے کام کرتا ہے۔ اس خدائے تعالیٰ ہر چیز کو اپنی طرف منسوب کر لیتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ

وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ (۳۱: ۳۴)

اور وہ (یعنی اللہ) بارش برساتا ہے۔

بارش کا برسنا ایک عمل ہے جو ایک سلسلہ قوانین کے تحت مکمل ہوتا ہے۔ ان قوانین کا خالق چونکہ اللہ ہے۔ اس لئے اس نے بارش کے برسنے کو اپنی طرف منسوب کیا۔ بارش کے برسنے میں جو قوانین کام کرتے ہیں ان میں سے جو ہمارے علم میں آسکے ہیں وہ یہ ہیں :۔

ا۔ ایک مائع حرارت سے بخارات میں تبدیل ہو جاتا ہے اس لئے سورج کی حرارت سے سمندر کا پانی

بخارات بنتا ہے۔

۲۔ جو بخارات ہوا سے ہلکے ہوتے ہیں وہ اوپر کو اٹھتے ہیں اور چونکہ آبی بخارات ہوا سے ہلکے ہوتے ہیں اس لئے وہ بھی اوپر فضا کی طرف بلند ہوتے ہیں۔

۳۔ سورج کی شعائیں جس واسطہ سے گزرتی ہیں اسے گرم نہیں کرتیں لہذا ہوا سورج سے گرمی حاصل نہیں کر سکتی۔

۴۔ زمین کے قریب کی ہوا کا دباؤ زمین کی کشش ثقل کی وجہ سے زیادہ ہوتا ہے۔

۵۔ دباؤ میں اضافہ کے ساتھ حرارت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

۶۔ حرارت زیادہ گرم چیزوں سے کم گرم چیزوں کی طرف منتقل ہوتی ہے اس لئے زمین سے حرارت ہوا کی نچلی تہوں میں منتقل ہو کر ان کو گرم کر دیتی ہے۔

۷۔ اوپر کی فضا کا دباؤ کم ہوتا ہے لہذا حرارت بھی کم ہوتی ہے۔

۸۔ بخارات کم درجہ حرارت پر مائع بن جاتے ہیں اس لئے بخارات آبی بھی پانی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

۹۔ ہوا سے بھاری چیزیں کشش ثقل کی وجہ سے زمین کی طرف آتی ہیں اسی لئے یہ پانی زمین پر برستا ہے۔

غیر مبدل قوانین کی تخلیق اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ اس کائنات کو پیدا کرنے کا کوئی منشاء اور مدعا ہے اور یہ کائنات بلاوجہ پیدا نہیں کی گئی۔

رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً (۳: ۱۹۱)

اے ہمارے رب تو نے اس کو بے کار پیدا نہیں کیا۔

اس کائنات میں ہر شے ایک خاص انداز اور تناسب سے پیدا کی گئی ہے۔ پانی اور ہوا کی مقدار، زمین، سورج چاند اور ستاروں کے باہمی فاصلے، ان کے حجم، سیاروں کی تجاذبی قوت، ہر چیز اور ہر کام کے لئے وقت کا تعین وغیرہ سب میں ایک خاص تناسب رکھا گیا ہے۔

اِنَّ كُلَّ شَئٍي خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (۵۴: ۴۹)

ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا۔

وَ اِنَّ مِن شَئِي اِلاَّعِنْدَنَا خَزَآئِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُه' اِلاَّبِقَدَرٍ مَّعلُومٍ (۱۵: ۲۱)

اور جتنی چیزیں ہیں ہمارے پاس ان کے خزانے ہیں اور ہم اس کو صرف ایک خاص مقدار سے اتارتے ہیں۔

زندگی کی تخلیق پانی کے ذریعہ کی گئی اور اس کی بقاء بھی پانی سے ہے۔ کسی ذی حیات چیز کی حیات پانی کے بغیر ممکن نہیں

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ
(۲۱ : ۳۰)

کیا ان کافروں کو معلوم نہیں ہوا کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے۔ پھر ہم نے ان کو کھول دیا یعنی الگ کر دیا اور ہم نے پانی سے ہر چیز کو بنایا۔

آیت میں پانی سے حیات کی تخلیق کا ذکر کائنات کی تخلیق کے سلسلہ میں آیا ہے۔ جس کا ایک دور یہ ہے کہ آسمان اور زمین جو پہلے ایک ہی تھے بعد میں ایک دوسرے سے الگ کر دیئے گئے۔ پانی سے حیات کی تخلیق بھی تخلیق کائنات کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر شے کو ایک خاص فطرت پر پیدا کیا جس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

لاَ تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (۳۰ : ۳۰) اللہ کی پیدائش میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی.

کائنات کی ہر چیز کو ایک معین مدت کے لئے پیدا کیا گیا ہے جس کے بعد ہر چیز ختم ہو جائے گی.

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ مَاخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا اِلاَّ بِالْحَقِّ وَ أَجَلٍ مُّسَمًّى (۴۰ : ۸)

کیا انھوں نے اپنے دلوں میں یہ غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمان اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان میں ہیں حق یعنی حکمت ہی سے اور ایک مدت کے لئے پیدا کیا ہے۔

اس آیت میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ کائنات کی تخلیق بے مقصد نہیں.

قرآن کریم کی بعض آیات حصول علم کی ترغیب دیتی ہیں. اور اس کے کئی احکام و ہدایات ماضی میں علم و حکمت کے حصول اور بہت سی سائنسی تحقیقات کا سبب بنے ہیں. یہ احکام و ہدایات قیامت تک کے لئے ہیں. اس لئے اب بھی ان تحقیقات کی ضرورت ہے اور آئندہ بھی رہے گی.

اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم دینا کہ

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لاَ يَعْلَمُوْنَ (۳۹ : ۹)

آپ (لوگوں سے) کہیے کہ کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے برابر ہو سکتے ہیں.

اور اس طرح ذی علم کو غیر سے ممتاز کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک علم کی حد درجہ اہمیت پر دلالت کرتا ہے۔

علم سے انسان میں ایک ذہنی صلاحیت پیدا ہو سکتی ہے جس کی وجہ سے اس کے لئے معاملہ فہمی اور کسی بات کی تہہ تک پہنچنا سہل ہو جاتا ہے. اس صلاحیت کا نام حکمت ہے۔ اسی کو قرآن کریم میں خیر کثیر کہا گیا ہے۔

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (۲ : ۲۶۹)

اور جس کو حکمت مل جائے اس کو بہت بھلائی مل گئی.

قرآن کریم میں نماز کو اوقات کی پابندی کے ساتھ ادا کرنے. روزہ خاص وقت سے خاص وقت تک پورا

کرنے کے احکام وقت کے تعین کے لئے ہیئتی اور ریاضیاتی تحقیقات کا سبب بنے. اسی طرح سمت قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ان مقامات کے طول بلد اور عرض بلد دریافت ہونے کا جہاں مسلمان آباد تھے، سبب بنا. یعنی ہیئتی جغرافیہ پر تحقیقات عمل میں آئیں۔ جہاد اور تبلیغ کے لئے دور دراز مقامات کا سفر، حج کے لئے دنیا کے مختلف اطراف سے مکہ کی طرف روانگی، بہت سی جغرافیائی معلومات اور فن جہاز رانی اور موسمیات کی ترقی کا سبب بنی . جہاد کی وجہ سے بہت سی جنگی صنعتوں کو فروغ حاصل ہوا. یہ حکم کہ

قُلْ سِيْرُوا فِى الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ (٦ : ١١)

آپ کہہ دیجئے کہ زمین میں چلو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔

بہت سی تاریخی جغرافیائی، مجلسی، سیاسی، معاشیاتی، وغیرہ معلومات کی فراہمی کا موجب ثابت ہوا. حصول علم کے شوق میں دنیا کے مختلف اطراف واکناف کے سفر کی وجہ سے بھی اس قسم کی بے شمار معلومات جمع ہو گئیں۔ قرآن کریم میں اللہ کا یہ حکم کہ

وَاَعِدُّو الَهُم مَااسْتَطَعْتُمْ مِن قُوَّةٍ وَ مِن رِّبَاطِ الْخَيلِ تُرهِبُونَ بِهٖ عَدُوُّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ آخَرِيْنَ مِن دُونِهِم ج لَاَ تعَلَمُونَهُم ج اَللّٰهُ يَعْلَمُهُم ط

اور ان کافروں کے لئے جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو اور اسی کے ذریعہ سے تم (اپنا) رعب جمائے رکھو ان پر جو کہ (کفر کی وجہ سے) اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں اور ان پر جن کو تم نہیں جانتے. اللہ ہی اس کو جانتا ہے۔

بعض جنگی اور دوسری صنعتوں کے فروغ، گھوڑوں کے رنگ و نسل، عادات و خصائل، اُن سے کام لینے کے طریقوں ان کی بیماریوں اور علاج وغیرہ پر تحقیقات کا ایک مؤثر ذریعہ ثابت ہوا۔

قرآن کریم کی تعلیمات نے مسلمانوں میں جو روح تحقیق یعنی سائنسی روح پیدا کی اس کے نتیجے میں مسلمانوں نے حیرت انگیز علمی اور سائنسی ترقی کی۔ تاریخ اسلام میں ایسے لاتعداد جامع العلوم علماء نظر آتے ہیں جنہوں نے ایک طرف تو علوم دینیہ میں کمال پیدا کیا اور دوسری طرف سائنس کے مختلف شعبوں میں مہارت حاصل کی۔ چنانچہ کبھی وہ مساجد و مدارس میں وعظ اور درس و تدریس میں مشغول دکھائی دیتے ہیں اور کبھی تجربہ گاہوں اور رصد گاہوں میں مشاہدات و تجربات کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں. ساتویں صدی سے پندرھویں صدی تک علم و فن، صنعت حرفت اور سائنس اور ٹیکنالوجی کے ہر میدان میں مسلمان تمام اقوام عالم خصوصاً یورپین اقوام کے رہنما رہے۔ مسلمان کی صدیوں تک شاگردی کرنے کے بعد ہی یورپ میں پندرھویں صدی میں وہ ذہنی انقلاب پیدا ہوا۔ جن کو رینیسان کے نام تعبیر کیا جاتا ہے۔ اٹھارھویں صدی تک یورپ کی یونیورسٹیوں میں فلسفہ

اور طب وغیرہ کی جو کتابیں داخل نصاب رہیں وہ زیادہ تر عربی کتابوں کے لاطینی تراجم تھے۔ یہ مقالہ ان تفصیلات کا متحمل نہیں ہم صرف اتنا کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے سائنسی کارناموں اور ان کے عالمگیر اثرات کی زندہ شہادتیں وہ لاتعداد الفاظ اور اصطلاحات ہیں جو یورپ کی زبانوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ صنعت وحرفت اور آلاتِ سائنسی کے وہ نمونے جو دنیا کے عجائب گھروں میں پائے جاتے ہیں۔ وہ لاکھوں عربی کتابیں ہیں جو ایشیا اور یورپ کی لائبریریوں میں موجود ہیں اور وہ مساجد اور عمارتیں ہیں جو صدیاں گزر جانے کے بعد بھی عرب اور اسپین وغیرہ میں آج تک اپنی شان وشوکت کے ساتھ قائم ہیں۔

جب مسلمانوں نے قوانین شرعی سے غفلت برتنا شروع کی اور اپنے ضابطہ اخلاق کو ترک کیا تو نتیجتاً ان کے معاشرے میں فساد پیدا ہو گیا اور ان کو سیاسی زوال کا سامنا کرنا پڑا۔ سیاسی زوال کی وجہ سے حکومت کی علمی سرپرستی ختم ہو گئی۔ جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی علمی تحقیقات رک گئیں اور ان کی شاگرد یورپی قومیں ان کے اصولِ تہذیب وتمدن کو لے کر ان سے کہیں آگے نکل گئیں۔ مسلمانوں کی مسلسل پستی اور یورپی قوموں کی مسلسل ترقی نے مسلمانوں میں یورپی اقوام کے مقابلے میں احساس کمتری پیدا کر دیا اور یہ احساس اسلام سے، جو کہ زندگی کے ہر پہلو کے لئے نظام عمل فراہم کرتا ہے اور اپنی شاندار تاریخِ تمدن سے عام بے توجہی کی بنا پر زیادہ ہوتا چلا گیا۔

وقت کا یہ شدید تقاضا ہے کہ مسلمان احساس کمتری کو دُور کریں اور قوانین واحکام اسلامی کا علم حاصل کر کے ان پر عمل پیرا ہوں اور ساتھ ہی سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم وترقی اور مختلف صنعتوں خصوصاً لوہے اور فولاد کی بنیادی صنعت کے قیام کے لئے مستعدی سے کوشش کریں۔ ایسا کر کے مسلمان جسمانی راحت اور قلبی سکون حاصل کر سکتے ہیں اور ان کے لئے اس مناسب قوت کا حصول ممکن ہو سکتا ہے جو ان کے لئے دنیا میں امن وامان پھیلانے اور بدامنی اور برائی کو روکنے کے اس مقدس فریضہ کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عائد کیا گیا ہے اور اسی طرح وہ خلافتِ ارضی کے مستحق قرار پا سکتے ہیں جس کا نتیجہ دنیا اور آخرت کی فوز وفلاح کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ (بشکریہ فکر ونظر شمارہ نمبر ۱۱)

☆☆☆